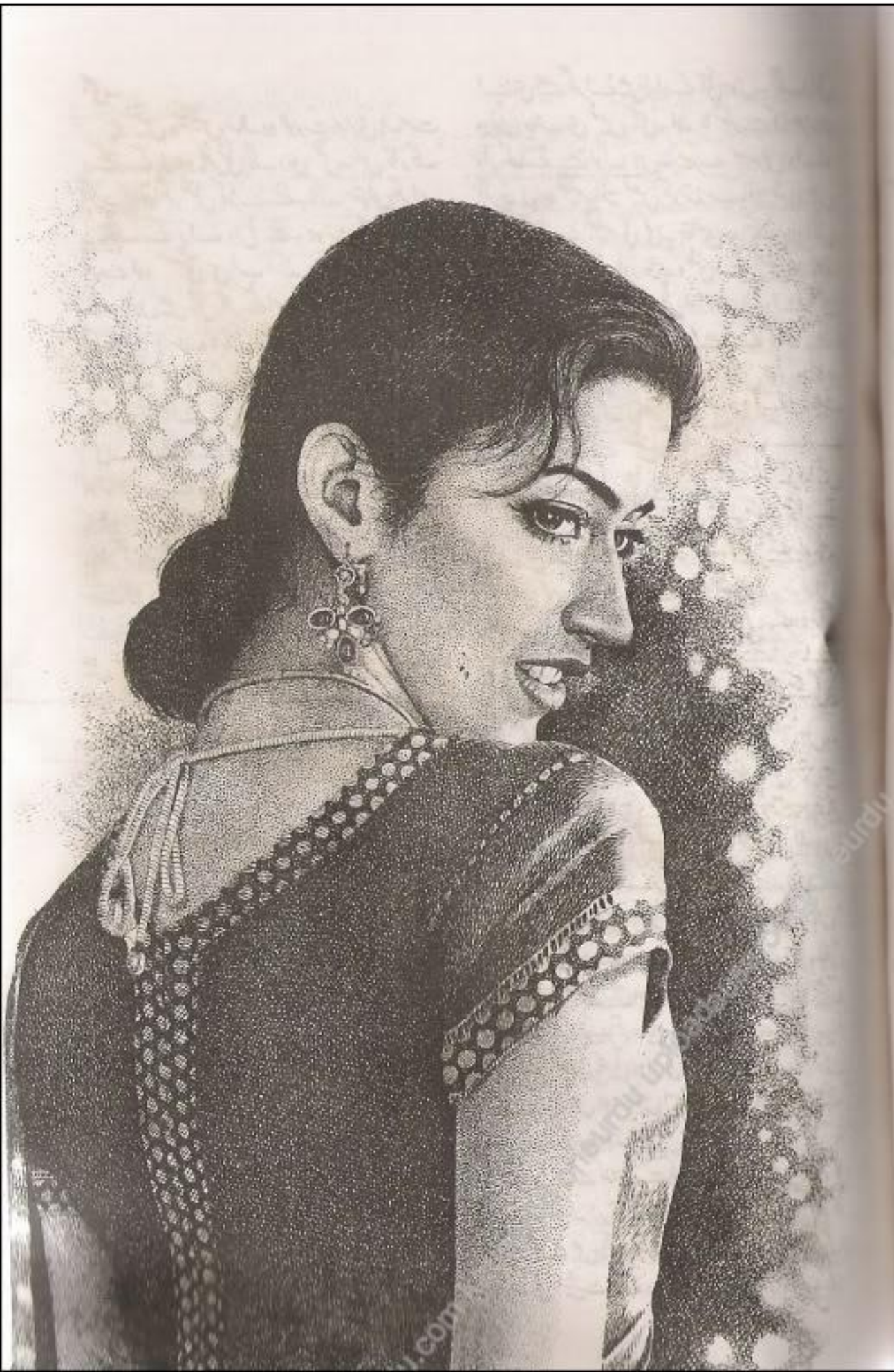

فائزہ افتخار

ایک بُری عورت

آج مجھے زرقا کے بارے میں ایک نئی خبر ملی' ایک اور حیران کُن خبر۔

پچھلے دو سالوں سے میں اسے جانتی ہوں اور ان دو سالوں سے متواتر اس کے بارے میں نت نئی حیران کن خبروں کا ملنا ایک معمول کی بات ہے۔ اس کے باوجود میں ہر بار' ہر خبر پہ جی بھر کے حیران ہوتی ہوں اور اس بار تو بات بھی خاص الخاص ہے۔

مجھے عجیب بے چینی سی لاحق ہو گئی ہے اور میں اب زرقا کا انتظار کر رہی ہوں۔ کب وہ آئے اور ہمیشہ کی طرح اپنے بارے میں پھیلنے والی خبروں کے بارے میں سن کر پہلے ایک زوردار قہقہہ لگائے پھر ایسی باتیں پھیلانے والوں کو مردانہ قسم کی گالیوں سے نوازتے ہوئے اصل بات بتائے اور میں..... میں ایک بار پھر پہلے کی طرح اس کی باتوں پہ یقین کر لوں۔

یہ میرا اس پہ یقین ہی تو ہے جو دو سالوں سے وہ برابر میرے گھر آ جا رہی ہے' ورنہ..... لیکن مجھے ڈر سا ہے کہ کیا اس بار بھی وہ اس خبر کو چٹکیوں میں اڑا سکے گی یا نہیں؟ یہ بات بھی تو معمولی نہیں۔

"اب آپ ہی بتائیے' کیا یہ چھوٹی بات ہے کہ زرقا..... لیکن نہیں..... ذرا ٹھہریے..... پہلے آپ یہ تو جان لیں کہ زرقا ہے کون.....؟"

☼ ☼ ☼

"یہ کون عورت ہے بھابھی؟"

اس بھرے بھرے جسم والی سانولی سی عورت کو اپنی ساس کی پائنتی بیٹھ کے ان کے پیر دباتے اور چاپلوسانہ انداز میں باتیں کرتا دیکھ کے میں نے اپنی جیٹھانی سے پوچھا تھا۔

"یہ....." انہوں نے چائے بناتے بناتے کچن کی کھڑکی سے جھانک کے برآمدے میں دیکھا۔

"یہ زرقا ہے۔" اس مختصر سے تعارف سے میں اور کچھ جان نہ پائی سوائے اس کے کہ بھابھی کا انداز سرسری اور لہجے میں ناپسندیدگی تھی۔ میں نے اسی کھڑکی سے دوبارہ جائزہ لینا چاہا اور قدرے تفصیلی

ناولٹ

بھی۔

چونتیس پینتیس سالہ وہ عورت بھاری جسامت رکھنے کے باوجود پھرتیلی لگ رہی تھی۔ اس کا رنگ اگرچہ پکا تھا مگر نقش کھڑے تھے۔ ناک ستواں مگر اس پہ چیچک کے پرانے داغ تھے۔ ہونٹ بھی بھرے بھرے اور سستی سی لپ اسٹک سے رنگے ہوئے تھے۔ بالوں میں تیل بھر کے اس نے کس کے جوڑا لپیٹا تھا جس پہ پلاسٹک کا چمکیلا کلپ سجا رکھا تھا۔ ماتھے پہ جلد خشک سی ہو کے اکڑی ہوئی تھی۔ چیچک کے دھبوں والی ناک پہ بھی سفید سفید سی خشکی نظر آ رہی تھی۔۔۔ رنگے ہوئے ہونٹوں کی کٹی پھٹی جلد اور ادھڑا ہوا ماس حد سے زیادہ خشکی کو ظاہر کر رہا تھا۔ اس کے باوجود اس نے اس سرد و خشک موسم میں جی بھر کے پاؤڈر گردن پہ تھوپ رکھا تھا۔ اس کا پھول دار ریشمی سوٹ اس پہ خاصا تنگ تھا۔ پلنگ پہ بیٹھتے ہوئے اس نے پیٹ اور کولہوں پہ تنگ قمیص کو ذرا سا اٹھا کے گود میں سمیٹ رکھا تھا۔ کانوں میں سونے کی بڑی بڑی بالیاں جھول رہی تھیں اور ناک میں چاندی کی لونگ۔ دونوں کلائیوں میں کانچ کی رنگین چوڑیاں بھی تھیں۔ اتنی آرائش و زیبائش کے نظارے کے بعد اس کے پیروں پہ نظر گئی تو جی مکدر ہو گیا۔ ایڑیاں کٹی پھٹی تھیں اور ان میں جما میل انگلیاں بھر بھر کے نکالا جا سکتا تھا۔ حالانکہ فرش پہ رکھی اس کی چپل نئی نکور لگ رہی تھی۔

میں اس جائزے کے بعد اور الجھ گئی۔

"بھلا کون ہو سکتی ہے یہ عورت؟"

وہ اپنے حلیے سے میری ساس کی کوئی رشتے دار یا عزیزہ بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ اگرچہ میری شادی کو زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا لیکن اس سال ڈیڑھ سال کے عرصے میں، میں اپنے بہت سے سسرالی رشتے داروں سے واقف ہو چکی تھی اور دور پرے کے جن عزیزوں سے شناسائی نہیں تھی، ان کے بارے میں بھی اتنا اندازہ تو بہرحال تھا کہ وہ ایسے گئے گزرے بھی نہ ہوں گے۔

میں ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتی ہوں اور اپنے ہی جیسے گھرانے میں بیاہ کے آئی ہوں۔ تنگ دستی دونوں جانب ہی نہیں تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ عزت دار کھاتے پیتے لوگ ہیں۔ میرے سسرال والے اگرچہ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں مگر تہذیب یافتہ ضرور ہیں اور خوشحالی نے تعلیم کی کمی پہ خاصی حد تک پردہ ڈال رکھا ہے۔ ساہیوال اور چیچہ وطنی سے تعلق رکھنے والے میرے شوہر کے ننھیال اور ددھیال والے بھی مہذب اور بول چال، پہننے اوڑھنے کے لحاظ سے قدرے ماڈرن کہلائے جا سکتے ہیں جبکہ اس عورت کا ہر ہر انداز پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ وہ کسی اجڈ اور غیر تعلیم یافتہ بیک گراؤنڈ سے تعلق رکھتی ہے۔

"ہو سکتا ہے کوئی پرانی ملازمہ ہو۔"

مگر میں اس امکان پہ بھی مطمئن نہ ہو سکی۔ ہمارے جیسے مڈل کلاس گھرانوں میں خوشحالی آنے کے باوجود بھی بس اوپر کے کاموں کے لیے ایک آدھ نوکرانی رکھی جاتی ہے اور وہ "مانی" صاف ستھری ہرگز نہیں ہو سکتی۔ "مانی" سے مراد زرقا ہے۔

میں نے ایک بار پھر اس کی جانب دیکھا۔ کام کرنے والی کے ہاتھ میں چوڑیاں سلامت کیسے رہ سکتی ہیں۔ اس گھر میں صبح کے وقت صفائی کرنے پارو آتی تھی جو اسی علاقے کی جمعدارنی ہے اور شام کے وقت برتن دھونے اماں نوراں آتی تھی جس کے ہاتھوں کی لکیروں تک میں برتنوں کی کالک رچ بس چکی ہے۔ ہمارے جیسے گھروں میں تو ایسی ہی نوکرانیاں ہوا کرتی ہیں۔ ہاں، ہوتی ہوں گی بڑے بڑے علاقوں کے سجے سجائے، بڑے بڑے بنگلوں میں صاف ستھری، تمیز دار ملازمائیں جو بیگمات کے ایک آدھ بار کے اترے ہوئے کپڑے پہن کے اٹھلاتی پھرتی ہوں گی۔ ہم تو نوکرانیوں کو اترن بھی وہ دیتے ہیں جو سالوں استعمال کے بعد اب پہننے کے قابل نہ رہے ہو۔

"خیر۔۔۔ بات کہاں سے کہاں چلی گئی۔ میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ زرقا کے بارے میں کسی بھی قسم کا اندازہ لگانے میں مجھے دشواری اس لیے ہو رہی تھی کہ ملازمہ کی حیثیت سے وہ برتر اور رشتے داری کے

حوالے سے کم تر لگ رہی تھی۔

"ایک تو اماں جی کی مرونتیں اور بے کار کی محفلیں سجانے کا شوق۔۔۔" بھابھی نے بڑبڑاتے ہوئے چھوٹی سی ٹرے میں چائے کے دو کپ رکھے اور بسکٹ کا ایک نکی پیک کھول کے گنتی کے چار بسکٹ ٹالنے کے انداز میں سجائے۔

"اب میری شکل دیکھتے ہی اسے کپڑے مانگنے یاد آ جائیں گے۔"

میں یہی سمجھی کہ اسے اترن مانگنے کا شوق ہو گا اور بھابھی ٹھہریں پرلے درجے کی کنجوس، اس لیے جانے سے کترا رہی ہیں۔

"لائیں میں چائے لے جاتی ہوں۔ باہر ہی جا رہی تھی۔" ان کے ہاتھ سے ٹرے لے کر میں برآمدے کی جانب آئی۔

"ماشاءاللہ، نئی دلہن ہے؟ بڑی پیاری ہے۔"

میرے سلام کے جواب میں اس نے اپنی چھوٹی چھوٹی مگر بے حد چمک دار مسکراتی سیاہ آنکھوں سے میرا اوپر سے نیچے تک جائزہ لینے کے بعد کہا۔

"خالہ جی! نئی دلہن کی سلامی تو لیجیے۔" اس نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک میلا کچیلا بٹوہ برآمد کیا اور دس دس روپے کے دو مڑے تڑے نوٹ نکال کے میری جانب بڑھائے۔ مجھے ان کی طرف ہاتھ بڑھاتے کچھ سبکی سی آئی۔

"اے رہنے دے زرقا۔۔۔" اماں نے ہاتھ سے روکا۔

"واہ، کیوں رہنے دوں۔ بُرا وقت آیا ہے خالہ! اگر طریقے رواج بھولے نہیں ہیں زرقا کو۔ آپ نے تو بیاہ پہ جھوٹے منہ نہ بلوایا۔۔۔ لیکن میں تو دلہن کو منہ دکھائی دیے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

اماں کی آنکھ کے اشارے پہ میں نے بادل نخواستہ وہ دس روپے تھام لیے۔

"شاید کوئی غریب رشتے دار ہو گی۔۔۔ جس سے یہ تو پیچھا چھڑانا چاہتے ہوں گے، مگر وہ چھوڑنے پہ تیار نہیں۔"

یہ میرا اگلا اندازہ تھا جو پچھلے اندازوں کے مقابلے میں زیادہ قوی تھا۔

"بلوانے کی بھلی کہی تم نے۔۔۔ کوئی اتا پتا، ٹھکانہ بتایا تھا تم نے۔ جب لاہور چھوڑ کے گئی تھیں؟" اماں نے ناراضی سے کہا۔

"آج چار سالوں بعد منہ اٹھائے آ گئی ہو اور اپنی ہی ہانکے جا رہی ہو۔ اس کی خبر، اس کی ٹوہ۔۔۔ فلانے کی بات، ڈھمکانے کی بات، اری نامراد کچھ اپنی بھی تو کہہ؟ کہاں گم رہیں چار سال تک؟ بال بچے کی سناؤ؟"

"ارے خالہ! اپنی کیا پوچھتی ہو۔ یہ چار سال بھی پچھلے تیس سالوں سے الگ تو نہیں تھے۔" اس نے آہ بھری۔

"ٹاکرے کے تو بڑا نکلی تھی تو۔۔۔ کہ پٹھان ہے، ڈرائیور ہے، میرے بچوں کو ہتھیلی کا چھالا بنا کے رکھے گا۔۔۔ ہاں تیری پیٹھ مرگئی کہ وہ مچھر، ٹرک ڈرائیور نشی ہے۔۔۔ تیرے بھائی بھی راضی نہ تھے۔ لیکن تو اپنی کر کے رہی۔ اب آہیں کیوں بھر رہی ہے۔ کہاں ہے وہ تیرا خصم؟"

"وہیں۔۔۔" زرقا نے اپنی لونگ جڑی ناک چڑھا کے نخوت سے ہاتھ ہلایا۔

"وہیں، جہاں وہ دونوں مردار دفعان ہوئے۔"

"ہائے ہائے۔۔۔" اماں جو گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں، ہڑبڑا کے سیدھی ہو گئیں۔

"خصماں نوں کھائی، تیسرا بھی؟ نی تو زنانی ہے کہ ڈائن؟"

اتنی سخت ڈانٹ پھٹکار کے جواب میں وہ اپنے چمک دار دانت نکالے کھی کھی کرتی رہی۔ اور ہاتھ دوبارہ سے اماں جی کی پنڈلیاں دبانے میں مصروف ہو گئے۔

"بڑی ڈھیٹ ہے تو۔۔۔ اور بے شرم بھی۔۔۔ میں بھی کہوں، آج چار سال بعد کہاں سے ٹپک پڑی۔ یہ نہ پتا تھا کہ تیرے کو بھی ٹھکانے لگانے کے بعد لوٹی ہے۔ لیکن اب تو یہاں کرنے کیا آئی ہے۔ ماں تو تیری کلپ کلپ کے تیرے جانے کے دو مہینے بعد ہی

مرگئی۔ ایک بھائی تیرا کویت چلا گیا۔ دوجا ادھر ہی کہیں ہوگا' لیکن اس نے تو قسم کھائی تھی کہ اب تیرے مرنے پہ بھی تیرا منہ نہ دیکھے گا۔"

"نہ دیکھے..... ادھر کون ترسا بیٹھا ہے۔ مجھے بھی اب کسی کی خاص ضرورت نہیں۔ میرے منڈے اب میرے قد کے برابر آنے لگے ہیں۔ اور میں کون سا کسی کے آسرے بیٹھی ہوں۔ اللہ سوہنا' ہاتھ پیر سلامت رکھے۔ حق حلال کی مزدوری کر کے کھاتی ہوں۔"

"مزدوری.....؟ وہ کب سے؟" اماں جی نے آنکھیں سکوڑ کے اسے دیکھا۔ "اپنے گھر کے چار برتن پانڈے تو تجھ سے مانجھے نہیں جاتے تھے' خصم کے دو لیرے (کپڑے) دھوتے تجھے موت آتی تھی' اب کون سی مزدوری کرتی ہے؟ تیرے ہاتھ پیر سلامت ہوتے تو گھر نہ بسا رہتا تیرا موئی۔"

"ایسی مزدوریاں کرتی ہے زرقا کی جوتی' ابھی ایسا خراب وقت بھی نہیں آیا خالہ! کہ زرقا گھر گھر جا کے پانڈے مانجھے' میرا بندہ نور دین' بڑا تنگ کرتا تھا پیسوں کے معاملے میں۔ تو ساتھ والے گھر کی زبیدہ ایک سلائی اسکول میں کام کرتی تھی' وہ اپنے ساتھ لے گئی مجھے..... چار پانچ مہینوں میں سارا سلائی کا کام فسٹ کلاس سیکھ لیا۔ اب میری مشین ہے اور میرے ہاتھ۔ ہائے خالہ' کبھی جوڑا سلوا کے تو دیکھو' کسی بڑھیا سے بڑھیا کاریگر درزی سے زیادہ صاف سلائی ہے میری۔"

"میں نے ساری عمر درزی کے ہاتھ کا سلا کپڑا نہیں پہنا..... نہ کسی درزن کا۔ جب تک آنکھوں میں دم تھا خود سیتی رہی۔ اب اللہ بھلا کرے نزہت کا (بڑی بھابی) سی ہی دیتی ہے۔"

"چھوٹی دلہن! تم سلو' لیا کرنا' ہر نئے فیشن کا پتا ہے مجھے۔"

"ہاں..... دیکھوں گی....." میرے لہجے میں خود بخود رکھائی آگئی۔ جس کو میری ساس ایں انداز میں گھرک رہی ہوں' مجھے بھلا کیا ضرورت تھی اس کے ساتھ خوامخواہ تمیز سے پیش آنے کی۔

"اچھا خالہ.....! میں چلتی ہوں پھر..... کاکے کو اسکول سے بھی لینا ہے۔" وہ چپل میں پاؤں اڑسنے لگی۔

"اسکول ڈال رکھا ہے؟"

"ہاں خالہ! بڑے تو پڑھ نہیں سکے۔ ان کے ابے کے سیاپے ہی نہ ختم ہوتے تھے' پڑھانا کیا خاک ہے۔ سوچا ہے اب چھوٹے دونوں ہی چار جماعتیں پڑھ لیں۔"

"خیر سے اب کتنے ہیں؟" اماں جی کا انداز سراسر طنزیہ تھا۔ وہ پتا نہیں سمجھی یا نہیں' بڑے فخریہ انداز میں گنوانے لگی۔

"بڑے والے "مانے" کا تو تمہیں پتا ہے خالہ..... اور اس سے چھوٹی والی "مانو" کا بھی..... پھر نور دین کے جو تین تھے' پتہ نہیں تم نے دیکھے ہوئے ہیں یا نہیں..... وہ بھی تینوں لڑکے..... اور اب کریم خان سے بھی دو لڑکے۔ مولا کا کرم ہے' کڑیاں زیادہ نہیں ہوئیں۔"

وہ اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کرنے لگی اور اماں جی نے تکیے کے نیچے سے سو روپے کا نوٹ نکالا۔

"یہ لو' بچوں کے لیے پھل یا مٹھائی لے جانا۔"

"کیوں نہیں خالہ! انہیں بتاؤں گی ان کی نانی نے بھیجا ہے اور خالہ! ابھی تو میں نے چھوٹی دلہن کی "مبارک" بھی لینی ہے۔ صرف سو روپے میں ٹرخا دیں گی۔"

اس کے مطالبے پہ اماں جی کا ہاتھ دوبارہ تکیے کے نیچے کچھ ٹٹولنے لگا۔ اتنے میں کمرے سے رافع کے رونے کی آواز آئی۔ میں فوراً" اندر بھاگی۔ اپنے پیچھے میں نے زرقا کی آواز سنی۔

"ہائے خالہ! اتنی بڑی خوش خبری..... اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں۔ خیر سے پوتا ہوا ہے پوتا..... سوٹ لوں گی میں اور وہ بھی جالی کا۔"

"نامراد' اب جالی کا سوٹ پہن کر کسی چوتھے کو جہنم رسید کرنا ہے۔"

اماں جی کی بات پہ مجھے ہنسی آگئی۔

"بڑی دلہن نے بھی ابھی تک بیٹے کی مبارک کا دھیلا نہیں دیا' جوڑے کا لارا ابھی دے رکھا ہے۔ اللہ زندگی والا کرے آپ کے بڑے پوتے کو..... خیر سے اب چھ سال کا ہونے والا ہوگا۔ لیکن میں اپنا جوڑا بھولنے والی نہیں۔ یہ کہہ دیجئے گا بڑی دلہن سے۔"

اس نے منہ کچن کی جانب کر کے اونچی آواز میں سنایا۔ اب مجھے بھابی کا باہر جانے سے احتراز سمجھ میں آیا۔

رافع کو تھپکتے ہوئے میں نے ایک بار پھر باہر جھانک کر دیکھا۔ زرقا کا کردار مجھے خاصا دلچسپ لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

اگرچہ اماں جی کا انداز کوئی خاص والہانہ نہ ہوتا تھا' اس کے باوجود زرقا کے لیے گویا یہاں کا راستہ کھل گیا۔ میں نے اپنے جہیز کے بہت سے ان سلے سوٹوں میں سے ایک ایسا سوٹ نکال کر اسے دیا جو مجھے کبھی پسند نہ تھا تو وہ جیسے مجھ پہ نثار ہی ہونے لگی۔

"چھوٹی دلہن! کتنا بڑا دل ہے آپ کا..... نیا نکور جوڑا دیا۔ واہ..... کھلے دل اور کھلے ہاتھ والی بیبیوں کو رب تعالیٰ بھی کھلا ہی دیتا ہے۔"

اماں جی ابھی ابھی نہانے کے لیے باتھ روم میں گھسی تھیں' بھابی ان کے بڑھاپے کی وجہ سے ان کے ساتھ ہی ہوتی تھیں اور ان کا نہانا کم از کم تیس چالیس منٹ پہ محیط ہوتا تھا۔ میں نے جو کھٹ مٹھی خبریں بھابی سے اس کے بارے میں سنی تھیں' ان کی تصدیق کے لیے اسے ٹٹولنا چاہا۔

"بھئی' یہ دلہن وہ دلہن کیا ہوتا ہے۔ سائرہ ہے میرا نام۔ تم مجھے میرے سے نام سے ہی پکارو تو اچھا ہے۔" پہلے تو میں نے بے تکلفی کی فضا پیدا کرنا چاہی۔

"کتنے بچے ہیں تمہارے؟" یہ تمہید تھی جس کا اس نے وہی جواب دیا جو اس دن اماں جی کو دیا تھا۔

"نور دین..... کریم خان! یہ دونوں تمہارے شوہر ہیں؟"

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

★ گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے،
★ نئے بال اُگاتا ہے
★ بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے
★ مردوں عورتوں اور بچوں کے لیے یکساں مفید
★ ہر موسم میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

"سوہنی ہیئر آئل" 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہٰذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے' یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں کراچی میں دستی خریدا جاسکتا ہے' ایک شیشی کی قیمت صرف /60 روپے ہے۔ دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں' رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

قیمت /60 روپے

ایک شیشی کے لیے ___/80 روپے
2 شیشیوں کے لیے ___/140 روپے
3 شیشیوں کے لیے ___/210 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں منی آرڈر بھیجنے کے لیے ہمارا پتا:

بیوٹی بکس 53 اورنگزیب مارکیٹ سیکنڈ فلور ایم اے جناح روڈ کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان پتوں سے حاصل کریں

• بیوٹی بکس 53 اورنگزیب مارکیٹ سیکنڈ فلور ایم اے جناح روڈ، کراچی

• مکتبۂ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی فون نمبر 7735021

"ناں جی..... ہیں نہیں..... تھے..... بھلا ایک وقت میں دو بھی ہو سکتے ہیں؟" وہ دانت نکوسنے لگی۔

"اچھا تو دو شادیاں ہوئی ہیں تمہاری؟"

"ہاں جی.....!" اس کی غلط بیانی پہ میں جھنجھلا گئی۔ بھابی نے مجھے کوئی اور تعداد بتائی تھی۔

"لیکن میں نے تو سنا ہے تین ہوئی تھیں۔"

"ناں جی..... دو ہی ہوئی تھیں..... تیسری تو میں نے آپے کی تھی نا۔"

"جواب نہیں تمہارا۔" میں ہنسنے لگی۔

"تو یہ آپے شادی کرنے کا خیال تمہیں اتنی دیر سے' میرا مطلب ہے تیسری بار میں کیوں آیا؟"

"پہلی شادی کے وقت تو میں نمانی تھی جی..... ماں پیو نے اپنا فیدہ دیکھ کر بیاہ دیا۔ بڈھا کھوسٹ..... دمے کا مارا..... ہڈیوں کی مٹھ..... آم کی چوسی ہوئی گٹک (گٹھلی) جیسا منہ تھا بابے کا..... اور تو اور بابے کی مائی بھی زندہ سلامت میرا کلیجہ سواہ کرنے کو موجود تھی۔ یعنی اس کی پہلی بیوی..... ہائے ہائے..... سائرہ بی بی! بڑے مشکل چار سال گزارے۔ جان عذاب میں کر رکھی تھی دونوں بڈھوں نے۔ شادی کے بعد کڑیاں ہار سنگھار کرتی ہیں' کوئی روپ اترتا ہے ان پہ..... بدن پہ ماس بوٹی چڑھتی ہے..... پر ناں جی..... ادھر تو میں بابے کا بھی "ایسرے" (ایکسرے) بنتی گئی۔ میرا منہ فٹے منہ ہو گیا۔ سولہ ستاراں سال کی میری عمر..... اور حال ساٹھ سالہ رانڈوں (بیواؤں) جیسا۔ دو بچے بھی مر مر کے جنے۔ اس پہ بھی مائی نے طعنے دے کر اپنے جی کو کالی کھانسی لگالی کہ یہ بڈھا کہاں سے بچہ پیدا کرنے کے قابل ہوتا' ضرور تو کہیں منہ کالا کر کے آئی ہو گی۔ وہ تو اللہ کی قدرت' دونوں بچے' ماتا بھی اور مانو بھی..... بالکل اپنے بڈھے پیو کی کاپی..... وہی چوسی شکلیں' کھچی آنکھیں..... پھینا ناک..... اللہ نے میرا پردہ رکھ لیا اور مائی کو پڑی جوتی..... بچے میرے ذرا ذرا سے..... اور میں بیس سال کی جوان جہاں جب بابا مرا۔"

"پھر تم نے دوسری شادی کر لی؟" مجھے تفصیل جاننے کی جلدی تھی۔

"میں نے نہیں جی..... دوسری شادی بھی پہلی شادی کی طراں ہوئی تھی۔ میں تو بابے کے مرنے کے بعد اور رل گئی۔ مائی نے مجھے اور میرے بچوں کو مار مار کے گھر سے نکال دیا۔ ساتھ گندے گندے الزام بھی لگائے۔ پورے محلے کے کون کون سے بندے کے ساتھ میرا یارانہ مشہور کر دیا۔ نہ کوئی ریڑھی والا چھوڑا..... نہ دیہاڑی والا..... سارے میرے معشوق بنا دیے۔ اب ان سب کی زنانیاں۔ یعنی میرے محلے دارنیاں بھی مائی کے ساتھ ہو گئیں اور مجھے مار کٹ کے باہر نکال دیا۔ پھر جناب تماشا دیکھنے والا تھا' اس گلی سے لے کر اسٹاپ تک کوئی بارہ پندرہ منٹ کا راستہ ہے پیدل کا..... مولا جھوٹ نہ بلوائے' اس راستے میں کوئی بارہ پندرہ ہی بندے روک روک کر ہمدردی جتاتے رہے۔ اور سارے ہی تقریباً وہ تھے جن کے ساتھ مائی میرے عاشقانے مشہور کر رہی تھی۔"

وہ اتنا بتا کر ہنسنے لگی۔ میں بے چینی سے اس کی بے ہنگم اور بے موقع ہنسی رکنے کا انتظار کرنے لگی۔ کہانی خاصے دلچسپ موڑ پہ آ گئی تھی اور وہ آگے بڑھنے کے بجائے نجانے کس بات کو یاد کر کے مزے لے رہی تھی۔

"توبہ....." خوب ہنس چکنے کے بعد اس نے جارجٹ کے مقیش والے دوپٹے سے گیلی آنکھیں رگڑیں۔ دوپٹے میں چھید جا بجا نظر آ رہے تھے اور مقیش بھی سیاہ پڑ چکی تھی مگر ہلکا نیلا یہ دوپٹہ اس کے پھول دار سوٹ سے میچ ضرور کر رہا تھا۔ میں نے غور کیا آج بھی میچنگ کا خاص دھیان رکھا گیا تھا۔

درجن بھر ہلکے نیلے رنگ کی چوڑیاں بھی تھیں۔ بال جوڑے کے بجائے نیلے پراندے میں گوندھے گئے تھے' البتہ تیل اسی مقدار میں رچا بسا تھا۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے کاجل کی دھاریں باہر لپکے مار رہی تھیں۔ میرون لپ اسٹک ہونٹوں کے کناروں سے پھیلی ہوئی تھی۔

"اللہ توبہ..... قسم سے بی بی..... اس سے پہلے کبھی ان مردوں نے نظر اٹھا کے مجھے نہ دیکھا تھا۔ سارے محلے کے سامنے بابا، اس کی کپتی مائی اور اس کے

چھوٹے بچے بھی مجھے کٹ لگاتے تھے۔ تب کسی کو ہمدردی نہ جاگتی۔ آج ساری مامے بن کے آ رہے تھے۔ سارے کے سارے ہی سہارا دینے کو تیار۔ ہیں..... میں نے زیادہ منہ نہ لگایا' بھلا پھیری لگا کے گولا گنڈا' لڈو پیٹھی بیچنے والے..... دیہاڑی پہ مزدوری کرنے اور ورکشاپوں میں پنکچر لگانے والے مجھے اور میرے دو بچوں کو کیا سہارا دیتے۔

میں تو جناب سیدھی گئی اپنے پیو کے گھر۔ میرے دونوں بھائیوں نے بڑا رولا مچایا۔ دونوں مجھے رکھنے پہ تیار نہ تھے۔ بڑا اوکھا سال گزارا۔ ہر روز چخ چخ۔ بھائیوں کو میرے منہ دھو کے پوڈر لگانے پہ بھی تکلیف ہوتی تھی۔ ماں کو یہ رونا کہ میں خصم کے مرنے کے بعد بھی روز نہا کے صاف جوڑا کس کے لیے پہنتی ہوں۔ لولی بی..... میرے لیے تو میرا میکہ بھی وہی بن گیا جو بابے کا گھر تھا۔ وہاں بھی میں نے چڑھتی جوانی کے سال بابے اور مائی کے ڈر سے مٹی اور سواہ میں رل کے گزار دیے۔ کتنا جی کرتا تھا میں بھی دیا ہی دوہیٹوں کی طرح بندے ہار پہنوں' سرخی پوڈر لگاؤں' چوڑیاں پہنوں' رنگین ریشمی جوڑے پہنوں' پر جی مارتی رہی۔

بابا مرا تو سوچا چلو اب ماں پیو کے گھر ہوں۔ اب تو ارمان پورے کر لوں۔ پر..... پر بی بی..... میرے اس شوق نے مجھے رول دیا۔ میری اپنی ماں نے گالیاں اور کوسنے دے دے کر سارے محلے میں مشہور کر دیا کہ زرقا بیوہ ہونے کے بعد بھی بن سج کے نیا یار پھنسانے کے چکر میں ہے۔ اب ماں تو گھر کے ویہڑے میں چلاتی تھی۔ پر ہنیرے (دیواریں) کتنے اونچے تھے بھلا' بات مشہور ہوتی گئی۔ سال بعد ہی بھائی نے میرا رشتہ طے کر دیا بلکہ رشتہ کیا' سودا کر دیا۔ بدلے میں اپنے لیے وہٹی لا رہا تھا۔"

"وٹے سٹے کا رشتہ؟"

"کھے تے سواہ۔" اس نے برا منہ بنایا۔

"وٹے سٹے میں بھی کوئی برابری ہوتی ہے۔ ادھر کون سا برابر کا جوڑ تھا۔ بھائی میرا اچھا لمبا' چھبیس سال کا جوان۔ پورے ہاتھ پیر کا' کارخانے میں ملازم اور وہ جو پندرہ سال کی لڑکی بیاہ کے لایا اس کا بھائی نوردین لنگڑا دیو۔ چلتا تھا تو جیسے کوئی کھوتا لڈیاں ڈال رہا ہو۔"

اپنی تشبیہہ پر وہ ایک بار پھر منہ پہ ہاتھ رکھ کے ہنسنے لگی۔ میرے ہونٹوں پہ بھی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"بھئی بڑے قہقہے اٹھ رہے ہیں۔ کون سے لطیفے سنائے جا رہے ہیں؟"

اپنے عقب سے مجھے اپنے سسر کی آواز سنائی دی۔ میں ذرا سنبھل کے بیٹھ گئی اور دوپٹہ بھی سر پہ رکھ لیا۔ وہ البتہ اسی لاپروائی سے پلنگ کے پائنتی الٹی پالتی مارے بیٹھی رہی۔

"سلاماں لیکم حاجی صاحب۔"

"آں..... وسلام..... وسلام..... ہاں بھئی کیا نام ہے تمہارا؟ وہی ہو نا تم....." وہ سرسری انداز میں اس کے سلام کا جواب دیتے سامنے والی کرسی پہ اخبار چہرے کے آگے پھیلا کے بیٹھ گئے۔

"آہو جی وہی..... حاجی صاحب۔" وہ بڑے عجیب انداز میں مسکرائی۔ ساتھ ہی ساتھ مجھے اشارے کرتی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ میں کچھ سمجھ نہ سکی۔ البتہ اس گفتگو کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

"سائرہ بیٹے! اماں کہاں ہیں تمہاری؟"

"جی وہ غسل خانے میں ہیں' مجھے بتائیں حاجی صاحب! کوئی خدمت؟" مجھ سے پہلے زرقا نے جواب دیا۔ ابا جی مبہم سا مسکرا کے خاموش رہے۔

"چائے لاؤں ابا جی؟" میں نے ذرا خود کو مستعد سی بہو ظاہر کرنا چاہا۔ حالانکہ وہ اس وقت چائے کے عادی نہ تھے۔

"ضرور بیٹا۔" خلاف توقع جواب ملا۔

"آؤ زرقا! کچن میں آ جاؤ' تم بھی پی لینا۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے مہمان کو کہاں ساتھ لے جا رہی ہو۔ بیٹھی رہنے دو بیچاری کو۔ تمہاری اماں بھی آنے والی ہوں گی۔"

میں کچھ حیران ہوئی کہ زرقا کو مہمان کا درجہ کیسے

دے دیا ابا جی نے جبکہ اماں جی مجھے بتا چکی تھیں کہ زرقا کی ماں ان کے گھرانے کی دایہ تھی۔ ان کے سارے بچے اسی کے ہاتھوں پیدا ہوئے تھے۔ باقاعدہ ملازمہ تو نہ تھی لیکن بعد میں بیٹیاں' بیٹے بیاہتے ہوئے کام کاج کے وقت اسے بلوا ہی لیا کرتے تھے۔ جوڑے ٹانکتے' لحافوں میں ڈورے ڈالنے سے لے کر شادی کے ہنگاموں میں مہمانوں کی تواضع کرنے اور نوکروں کی نگرانی کرنے تک کے کام خوش اسلوبی سے کر لیا کرتی تھی۔ زرقا بھی کم عمری سے یہاں آتی رہتی تھی اور سب سے مانوس تھی۔ بعد میں شادی ہو جانے کی وجہ سے وہ کم آتی اور اس سے متعلقہ خبریں زیادہ پہنچا کرتیں۔ کبھی گھر بس جانے کی' کبھی اجڑ جانے کی' کبھی دوبارہ بسنے کی۔ کبھی ایک بار پھر اجڑ جانے کی اور اس دوران پھیلنے والی رنگین داستانوں کی شہرت بھی۔

لیے دیے رہنے والے ابا جی کا اسے مہمان قرار دے کر سامنے بٹھائے رکھنے پہ اصرار حیران کن تھا۔ زرقا البتہ سر نیچا کیے اپنے دوپٹے کی سال خوردہ مقیش اکھاڑنے میں مصروف رہی۔ ہونٹوں پہ بڑی عجیب زہریلی سی مسکراہٹ تھی' میں سر جھٹک کے کچن میں چلی گئی۔

مجھے چٹ پٹے قصے کہانیاں سننے سے شغف ضرور تھا۔ مگر معمے حل کرنے اور پہیلیاں بوجھنے سے رتی بھر دلچسپی نہ تھی۔

چائے لے کر آئی تو ابا جی کا اخبار تہہ شدہ گھٹنوں پہ پڑا تھا اور وہ بڑی خوش گوار سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہے تھے۔

"تمہارا حق ہے بھئی..... جب ضرورت ہو' کہہ دیا کرو۔"

اور وہ بڑی بے غیرتی کے ساتھ اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر کچھ ٹھونس رہی تھی۔ مجھے سخت خفت محسوس ہوئی۔ جلدی سے میں نے نظریں جھکا لیں۔

"سائرہ! اماں جی نہا چکیں۔ ان کے لیے چائے لے آؤ' میں ہیٹر آن کر رہی ہوں۔" بھابھی کی آواز آئی۔

اماں جی کو نہانے کے بعد سردی بہت لگا کرتی تھی۔

اب وہ سارا دن برآمدے کا رخ نہ کرتیں بلکہ کمرے میں رضائی کے اندر ہی دبکی بیٹھی رہتیں۔

"نہا لیا خالہ نے۔" زرقا نے آواز لگائی۔

"اری موئی' تو ابھی تک یہیں ہے۔ کیا چھاؤنی ڈال کے بیٹھ گئی ہے۔ شام گہری ہو رہی ہے' چل اب گھر کی راہ پکڑ۔" اماں جی نے اندر سے ہی کڑک دار آواز میں حکم دیا۔ وہ بُرا مانے بغیر ہنسنے لگی۔

"اچھا خالہ! چلتی ہوں۔ اچھا جی حاجی صاحب۔" وہ اونچی آواز میں بولی اور اخبار بغل میں دبا کے اندر جاتے ابا جی گڑبڑا کے رہ گئے۔

"یہ حاجی صاحب اپنے حجرے سے کیسے نکل آئے اس وقت؟" اماں جی کی آواز آئی۔ وہ ابا جی کے کمرے کو ان کا حجرہ کہا کرتی تھیں۔

میں چائے کا پانی رکھ رہی تھی جب وہ کچن میں آئی۔

"اچھا سائرہ بی بی! خالہ کا موڈ ٹھیک نہیں پھر آؤں گی۔ سلائی کے کپڑے تیار رکھنا۔"

چائے لے کر اماں جی کے کمرے میں گئی تو ان کی آواز کی کڑک غائب تھی۔ اب وہ سر جھکائے اپنے گنتی کے چند گیلے بالوں میں لکڑی کا کنگھا پھیر رہی تھیں اور گرج رہے تھے ابا جی۔

"لاحول ولا..... یہ گھر ہے یا دارالامان۔ جس کے دروازے ہر طرح کی عورتوں کے لیے کھلے ہیں۔ تمہاری شہ ملی ہوگی جو منہ اٹھا کے آجاتی ہے یہ۔ ہمارا بہو بیٹیوں والا گھر ہے' میں ایسی بدمعاش عورتوں کی آمد و رفت برداشت نہیں کروں گا۔"

"چھوڑیں حاجی صاحب! غریب عورت ہے میکہ چھوٹ گیا ہے' ہمارے گھر کے بہانے پچھلوں کو یاد کر لیتی ہے۔"

"کہاں کی غریب..... غریب عورتوں کے یہ لچھن ہوتے ہیں؟ یوں لیپا پوتی کی ہوتی ہے انہوں نے؟ اور میکہ اس کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے چھوٹا ہے۔ اپنے پچھلوں کو اس نے خود دفنایا ہے۔ میں آئندہ ایسی ہمدردیاں نہ دیکھوں۔ اس گھر میں دو دو جوان لڑکے

ہیں۔ کسی آس پہ ہی چکر لگاتی ہے۔"

ان کی بات پہ میرا دل سکڑ گیا اور میں ذرا دیر کو بھول ہی گئی کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں' چند منٹ قبل اس کے برعکس کر رہے تھے۔

"دفع دور' اس کی اسٹوری..... لعنت بھیجو' آئندہ زیادہ لفٹ نہیں کرانی۔"

شہود کے بارے میں حد سے زیادہ پوزیسیو میں الرٹ سی ہو گئی اور پکا ارادہ کر لیا۔ اتنے میں شہود اور شاہد بھائی بھی گھر لوٹ آئے اور محفل گرم دیکھ کے موضوع بحث دریافت کیا۔

"وہی حرافہ لوٹ آئی ہے۔ بتایا تو تھا۔" بھابھی بڑبڑائیں۔ شاہد بھائی کے کان کھڑے ہو گئے۔

"کون؟"

"ارے کچھ نہیں۔ وہ زرقا ہوا کرتی تھی نا..... اپنی رشیدن کی لڑکی..... وہ آئی تھی۔ تمہارے ابا جی نے فساد کھڑا کر دیا۔"

میں نے کن انکھیوں سے شہود کی جانب دیکھا۔ وہ اماں جی کی چائے کے ساتھ رکھے بسکٹ کھانے میں مصروف تھے۔ ان کو خاص دلچسپی نہ لیتے دیکھ کر میرا دل قدرے مطمئن ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

اگلی مرتبہ جب وہ آئی' اس دن اتفاق سے میں تھوڑی دیر پہلے ہی بازار سے لوٹی تھی۔ میرے اردگرد ان سلے کپڑوں کا ڈھیر تھا۔ سلائی کا کام میں گزارے لائق جانتی ضرور تھی مگر ایک تو ویسے ہی اس طرف دلچسپی اور رجحان کم تھا' دوسرے سنے سنائے رافع کی وجہ سے ٹک کے سلائی کا کام کرنے کا وقت ہی کہاں ملتا تھا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سادہ سلے سوٹ پہننا مجھے پسند نہ تھا۔ درزی سے نت نئے فیشن کے لباس سلواتی اور ایسا کرتے ہوئے مجھے اپنی ساس کے کبھی دبے تو کبھی واشگاف الفاظ میں اعتراضات سننا پڑتے۔ درزی کیا کم پیسے لیتے تھے۔ بھابھی تو سیدھا سادا شلوار قمیص گھر پہ ہی کر پہن لیتیں۔ مجھ سے رہا نہ جاتا اور دل نہ چاہنے کے باوجود درزی کے بل بھرتی۔ ابھی بھی اسی کوفت کے عالم میں بیٹھی تھی۔ کپڑے خرید کے لانا ایک خرچا' ان سے میچ کرتے لیس اور فیتے بٹن خریدنا دوسرا خرچا اور درزی کا بل سب سے بڑا خرچا۔

"کاش ڈھنگ سے سلائی کا کام سیکھا ہوتا تو آج ان چاروں سوٹوں کی سلائی کے چھ سات سو روپے بچ جاتے۔ دو کے ساتھ تو میچنگ سینڈلیں آ ہی جاتیں۔"

میں یہی سوچ رہی تھی جب وہ سیدھی میرے کمرے میں گھس آئی۔ دوپہر کا وقت تھا اور اماں جی ظہر کی نماز سے لے کر عصر کے وقت تک قیلولہ کیا کرتی تھیں ورنہ شاید وہ اسے کمرے کے اندر نہ آنے دیتیں۔ بھابھی تو اسے زیادہ منہ نہ لگایا کرتیں اور میرے بھی زرقا سے زیادہ گھلنے ملنے پہ اماں جی نے ناپسندیدگی ظاہر کی تھی جسے میں خاطر میں نہ لائی۔ یہ الگ بات کہ اوپر سے "جی حضوری" کر لی تھی۔

"لاؤ بی بی! میں سی دیتی ہوں کپڑے۔ ایک بار آزماؤ تو سہی۔ اپنے درزی کو بھول نہ گئیں تو پھر کہنا۔"

"اتنے مہنگے سوٹ ہیں' خراب مت کر دینا۔" میں ہچکچائی۔

"لو..... کر لو گل....." وہ برا مان گئی۔ "زرقا نے کیا کبھی مہنگے جوڑے دیکھے نہیں ہیں۔ لوگ اپنے جہیز اور بری تک کے جوڑے مجھ سے سلواتے ہیں۔"

"جہیز اور بری سے یاد آیا زرقا..... تم اس دن اپنی شادی کے بارے میں بتا رہی تھیں جو تمہارے بھائی نے وٹے سٹے میں کی تھی۔ کیسا تھا تمہارا دوسرا شوہر؟"

"بتایا تو تھا..... لنگڑا....." اس نے اپنے مخصوص انداز میں ناک چڑھائی۔

"تانگہ چلاتا تھا..... عورت اور گھوڑی میں کوئی فرق نہیں سمجھتا تھا۔ ایک ہی چابک ہم دونوں پہ استعمال کر لیتا تھا۔" وہ میرے کپڑے کھول کھول کے جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

"اور اس کی عمر..... پہلے کی طرح وہ بھی بڈھا پھونس تھا کیا؟"

"نہیں خیر..." وہ ہاتھ روک کے فضا میں دیکھتی جیسے اس کا حلیہ یاد کر رہی تھی۔

"اس کی طرح سٹھ (ساٹھ) سال کا بیماریوں کا مارا ہوا تو نہیں تھا لیکن میرے جوڑ کا پھر بھی نہیں تھا۔ میرے دو بچے تھے' ایک بندہ بھگت چکی تھی' زمانے کے ٹھڈے بھی بڑے کھائے تھے پھر بھی اکیس سال کی عمر زیادہ نہیں ہوتی۔ تب بھی بڑا روپ تھا میرے پہ۔ اس چھلے جتنی کمر تھی میری۔"

اپنی انگلی میں موجود پھنسے ہوئے چاندی کے چھلے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس نے مبالغہ آمیزی کی انتہا کر دی۔

"اور وہ چالیس بیالیس سال کا توے کا پٹھا پاسا (الٹی طرف) اتنا کالا... رج کے کالا جیسے کسی نے اس کے منہ پہ سیاہی کا پورا ڈول گرا دیا ہو۔ ایک آنکھ کانی... ایک ٹانگ پولیو میں ماری ہوئی... اس پہ بھی نخرہ دیکھنے والا تھا کم بخت کا۔ کڑکڑ کرتے جوڑے پہنتا تھا' چٹے دودھ... رگڑ رگڑ کے' دھو دھو کے' دبا دبا کے استری کر کے میرے پیچھے رہ جاتے تھے اور وہ کانا لنگڑا بن پھب کے باہر نکل جاتا تھا۔ ایک نمبر کا کنجوس' آٹا گوندھنے بیٹھتی تو کہتا۔ اپنے لیے گوندھ' میرا پیٹ خراب ہے۔ دال پکاتی تو کہتا۔ آج میں نے نہیں کھانی۔ تڑکا نہ لگانا' بعد میں ابلی ہوئی دال کے ساتھ اپنی ایک روٹی لے کے بیٹھتی تو نیڑے (پاس) آجاتا۔ آدھی روٹی توڑتا۔ "خوشبو تو اچھی ہے۔" کہہ کر اس آدھی روٹی پہ گھی لگا کے دال میں ڈبو کے کھا لیتا۔ ایک روٹی سے اس سانڈ کا کیا بننا تھا' بعد میں باہر جا کے اور بھی کھاتا تھا لیکن مجھے پانچ سالوں میں اس کے گھر رج کے روٹی نصیب نہ ہوئی۔ بی بی! تم خود اندازہ کرو' میرے دونوں بچوں کا کیا حال ہوتا ہو گا فاقے کر کر کے۔ اس سے میرے تین لڑکے ہوئے۔ اسے تو اپنی سگی اولاد تک کا خیال نہ تھا۔ بس نوکرانی چاہیے تھی۔

میرا بھی دل آخر ایک دن تنگ پڑ گیا۔ کیوں کرتی میں اس کی چاکری' اس کے کپڑے کس لیے دھو کے چمکاتی' اس کی روٹی کس لیے پکاتی' کون سا سکھ دے رہا تھا مجھے۔ دوسری طرف اس کی چنڈال بہن عیش کر رہی تھی میرے بھائی کے گھر۔ میں نے بچے اٹھائے اور آ کے بھائی کے گھر بیٹھ گئی کہ میرا فیصلہ کراؤ۔ وٹے سٹے کا رشتہ ہے تو جو سکھ اس کی بہن ادھر لے رہی ہے' مجھے بھی وہاں ملنا چاہیے۔ میں نے غلط کیا بی بی؟"

اس نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھیں میری جانب اٹھا کے سوال کیا۔ میری گردن نفی میں ہل گئی۔

"بھائی نے خوب مارا... اس کی زنانی نے گالیاں دیں۔ میرے بچوں کو چپڑیں لگائیں۔ میں بھی ایک نمبر کی ڈھیٹ' جم گئی۔ اسی طرح دو مہینے گزارے۔"

"پھر...؟" میرا تجسس عروج کو پہنچ گیا۔

"پھر بھائی نے فیصلہ کیا نہ نوردین نے۔ فیصلہ میرے سوہنے رب نے کر دیا۔ نوردین کا تانگہ آیا بس کے نیچے اور وہ ڈھائی منٹ میں ختم۔ فیصلہ آپے ہو گیا۔" وہ ہاتھ جھاڑ کے مسکراتی ہوئی مجھے بڑی بے حس سی لگی۔

"اس کے بعد تیسری شادی تم نے خود کی۔ یعنی محبت کی شادی۔"

"او چھڈو بی بی جی! کیسی محبت؟" اس نے سر جھٹکا۔

"ظاہر ہے خود کرنے والی شادی تو محبت کی شادی ہی ہوتی ہے۔ اس بار تم نے بندہ اپنے جوڑ کا ڈھونڈا ہو گا۔ کم عمر' خوبصورت دل والا' صحت مند... اماں جی بتا رہی تھیں پٹھان تھا پھر تو خوب گورا چٹا' اونچا لمبا ہو گا' اسی لیے شادی کرنے کی جلدی تھی۔"

"سچی بتاؤں سائرہ بی بی! تو میرے دل سے شادی کے ارمان ہی ختم ہو گئے تھے۔ کوئی چاؤ نہیں تھا اب تیسری بار گھر بسانے کا۔ میں تو صبر کے ساتھ دو جی واری رانڈ ہو کے ماں کے گھر بیٹھ گئی مگر کوئی سکون کے ساتھ بیٹھنے دے تب نا۔ میری اس ڈیڑھ فٹ کی بھرجائی نے شور مچا دیا کہ اس کانے لنگڑے کی موت میں میرا ہاتھ ہے اور یہ کہ میں اسی لیے میکے آ کے بیٹھی تھی کہ میری نظر میں کوئی دوجا آ گیا تھا۔ اسی دوجے کے ہاتھوں میں نے نور دین کو مروایا ہے۔ اس کو مارنے کو دل تو بڑا تھا میرا لیکن ہمت نہیں تھی۔ ہمت ہوتی تو پانچ سال بھوک کیوں

جھیلتی، کب کا مار چکی ہوتی لیکن وہ زلیل روز محلے کی عورتوں کی پنچایت بٹھا کے میری جھوٹی سچی باتیں سناتی۔ میری ماں نے بھی ایک لفظ میرے حق میں نہ بولا۔

میرے منڈے اُچے ہو رہے تھے، مانو بھی سیانی ہو رہی تھی۔ ایک تو ویسے ہی ہمیں ذلیل کرتا سارا ٹبر، دو جابد نامی مفت کی۔ ایسے میں کریم خان ملا۔ رب کی قسم، میں نے اسے نہیں ڈھونڈا۔ آپے مجھ پہ عاشق ہو گیا اور بی بی! ایک بات اور سچی سچی بتا رہی ہوں۔ واقعی وہ گبھرو سوہنا مرد تھا مگر میں نے اس سے نکاح اس کی شکل دیکھ کے نہیں کیا۔ اس کے وعدے سُن کر کیا تھا۔ کھاتا پیتا ڈرائیور تھا۔ اپنا مکان تھا اس کا پنڈی میں۔ کھلے دل کا بھی تھا۔ میرے لیے ہی نہیں، میرے بچوں کے لیے بھی تحفے لاتا رہتا۔

جب اس نے نکاح کے لیے کہا، تو میں فٹ راضی ہو گئی۔ میرے بچے پیٹ بھر کھاتے، اسکول پڑھتے، میرے سر پہ چھت ہوتی اور کیا چاہیے تھا لیکن میرے بھائی اڑ گئے۔ اس ڈائن نے مشہور کر دیا کہ اس ڈرائیور کے ہاتھوں میں نے نوردین کو مروایا ہے۔ حالانکہ تب میں جانتی تک نہ تھی کریم خان کو۔ سارے اس کی طرف ہو گئے۔ آخر میں نے لعنت بھیجی سارے کے ساروں پہ اور کریم خان کے ساتھ لاہور چھوڑ دیا۔"

"بعد میں احساس ہوا کہ تم نے ٹھیک کیا یا غلط؟"

"بی بی! اس وقت کے لحاظ سے تو ٹھیک ہی کیا تھا اور کیا کرتی میں۔ بھائی آنہ دینے کے روادار نہ تھے۔ بھابھی کبھی بچوں کو جھوٹا کھلا دیتی، کبھی وہ بھی کھانے کو نہ دیتی۔ بہتیرے گھروں میں کام مانگنے گئی۔ زنانیاں میری بدنامی کے ڈر سے مجھے گھر پہ کام دینے کو تیار نہ ہوتیں اور مرد گھر سے باہر "اپنے کام" کروانے پہ تیار۔ بدنام تو میں تھی بی بی! لیکن دل سے بتاؤ۔ سچ میں ایسی ہوتی تو بچے بھوکے کیوں مر رہے ہوتے، مجھ پر چیتھڑے کیوں لٹک رہے ہوتے۔ کوئی یہ نہیں سوچتا تھا کہ اگر میرے دس بارہ یار ہیں تو میں گھر گھر روٹی کیوں مانگتی پھرتی ہوں۔ ادھر بھی آئی تھی میں، خالہ تو شاید رکھ لیتیں پر بڑی بی بی نہ مانیں۔ اچھا ہی ہوا ورنہ خالہ کی نظر میں میرے لیے جو تھوڑی بہت عزت اور پیار ہے وہ بھی نہ رہتا۔ مرد تو سارے ایک ہی جیسے ہوتے ہیں۔"

"اور وہ کریم خان..... وہ بھی؟"

"ہاں تو وہ زمانے کے مردوں سے نرالا تھا کیا جیسے مجھ پہ عاشق ہوا، مجھ سے پہلے بھی کتنوں پہ ہوا ہو گا۔ اس سے مجھے کیا غرض۔ مجھے تو اس وقت اسی میں اپنی بہتری نظر آئی۔ میں نے اپنا گھر بسا لیا۔"

باہر سے اماں جی کے کھانسنے کی آواز سنائی دی۔ شاید وہ عصر کی نماز ادا کرنے برآمدے میں آ رہی تھیں۔ زرقا نے جلدی سے کپڑے سمیٹ کر شاپر میں ڈالے۔

"آپ دیکھنا سائرہ بی بی! کیسے زبردست سیوں گی۔ سارے نئے فیشنوں کا پتہ ہے مجھے۔"

میں ابھی تک سوچ ہی رہی تھی کہ وہ بیڈ پہ پڑے دھلے کپڑوں میں سے ناپ کا جوڑا تک اٹھا کے چلتی بنی۔

بعد میں مجھے الجھن سی ہوتی رہی۔ پتہ نہیں کیسی سلائی کرتی ہے۔ شہود نے میری الجھن دیکھ کر وجہ پوچھی۔

"نہیں، کچھ نہیں۔ وہ..... میں..... آج شاپنگ کر کے لوٹی تو زرقا آ گئی۔ سلائی کے کپڑے اسے دے دیے، آپ پریشان ہوں کہ خراب نہ کر دے۔"

"تو تم نے دیے کیوں، تمہارا درزی کیا مرکھپ گیا ہے۔" وہ الٹا بگڑ گئے۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے تو بچت کا ہی سوچا تھا۔ وہ سارے سوٹ کا ڈیڑھ سو روپیہ لیتا ہے۔ ذرا سا کوئی ڈیزائن بتا دو تو دو سو روپیہ فی سوٹ سلائی لے لیتا ہے۔ یہ صرف سو روپے میں ہر ڈیزائن بنانے کو تیار ہے بلکہ سارے سوٹ کی سلائی کا اسی روپے لیتی ہے۔"

"سلائی کے پیسے بچاتے بچاتے تم ہزاروں روپے کے کپڑے برباد کر لیتا۔ میں دوبارہ سے شاپنگ کے لیے

ایک روپیہ تک نہیں دوں گا، یاد رکھنا۔"

شہود کا غصے میں آنا ضرورت سے زیادہ شدید ردِ عمل تھا۔ اس سے قبل انہوں نے میرے اتنے ذاتی اور گھریلو مسئلوں میں ایسی دلچسپی نہیں لی تھی۔

"اب کیا ہو سکتا ہے۔"

"ہو کیوں نہیں سکتا۔ میں ابھی جا کے تمہارے کپڑے واپس لے آتا ہوں۔"

"آپ کو کیا پتہ اس کے گھر کا۔" میں چونکی۔

"کون نہیں جانتا۔" وہ استہزائیہ ہنسے۔ "اس محلے میں وہ چند مہینے قبل آئی تھی مگر اس کی شہرت اس سے پہلے یہاں پہنچ چکی تھی۔ اس کی ماں ہمارے ہی نہیں، آس پاس کے اور کئی گھرانوں کی آیا رہ چکی ہے۔ سب ہی اس کے واقف کار ہیں۔ آتی جاتی رہتی ہے سب ہی کے ہاں۔ کسی نہ کسی سے پوچھ لوں گا۔ اتنا تو پتہ ہے کہ گھاٹی کے نیچے رہتی ہے۔"

ہم اندرون شہر کے ایک متوسط علاقے میں رہتے تھے۔ بھول بھلیوں والی پختہ گلیوں میں کچھ مکان ہمارے گھر جیسے تین تین منزلہ اور ماربل سے سجے ہوئے بھی تھے اور کچھ دو ڈھائی مرلے کے درمیانے درجے کے بھی۔ ہمارے گھر سے چار گلیاں پرے مین روڈ تھی جس کے دوسری طرف ایک گھاٹی نیچے اترتی تھی، جہاں کسی زمانے میں کچی آبادی ہوا کرتی تھی۔ اب اس کچی آبادی میں بھی جھگیوں اور سرکنڈوں کی جھونپڑیوں کے بجائے کچے پکے دو دو کمروں کے مکان تھے۔ شہود اسی جگہ کا ذکر کر رہے تھے۔

رات کو واک کے لیے نکلتے ہوئے شہود مجھے کہہ گئے کہ وہ واپسی پہ میرے کپڑوں کا شاپر لے آئیں گے۔ بھابھی کے کان میں یہ بات پڑ گئی۔

"کون سے کپڑے؟ ان کپڑوں کا ذکر تو نہیں ہو رہا ہے جو آج زرقا لے گئی تھی؟"

"جی بھابھی! دے تو گئی تھی لیکن میرا دل مطمئن نہیں ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ کپڑے واپس لیتے آئیں، مجھے نہیں سلوانے۔"

"تم نے کہا یا یہ آئیڈیا شہود کے دماغ میں آیا؟" وہ مسکرائیں تو میں گڑبڑا گئی۔ شہود کا پردہ رکھ کے میں نے بات اپنے اوپر لے لی۔

"نہیں اس سے کیا غرض..... آپ تو جانتی ہیں وہ کتنے لاپروا رہتے ہیں گھریلو باتوں سے۔ وہ تو جانے پہ تیار نہ تھے۔ میں نے ہی اصرار کر کے بھیجا ہے۔ مجھے اپنے کپڑوں کی بڑی فکر تھی۔"

"پاگل ہو تم، کوئی مرد کو دھکے دے کر بھی کھائی کی جانب بھیجتا ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں بھابھی! بھلا شہود کو زرقا سے..... میرا مطلب ہے..... بھئی آپ اس کو ایک نظر دیکھیں تو سہی۔ اب شہود کا ذوق اتنا خراب بھی نہیں۔"

"اور نیت؟" انہوں نے میری آنکھوں میں جھانکا۔ "مرد عورت کی شکل و صورت نہیں دیکھتا، کم از کم اس اسٹیج پہ تو نہیں۔ شادی یا محبت وغیرہ کے مرحلوں میں شاید شکل و صورت کو اہمیت دیتا ہو لیکن دل پشوری کرنے کے لیے وہ صرف بُری شہرت والی عورتیں پسند کرتا ہے۔ کسی نیک بی بی پہ ڈورے ڈال کر ایک شادی شدہ مرد نے چھتر کھانے ہیں کیا؟ بُری عورت خود بخود مرد کو اکساتی ہے۔"

"وہ بری عورت نہیں ہے بھابھی! بس ذرا....."

"کیا بس ذرا..... تم اس کے رنگ ڈھنگ تو دیکھو۔ بیوہ ہونے میں ہیٹ ٹرک کر چکی ہے مگر کہیں سے لگتا ہے؟ چلو عمر زیادہ نہیں، پہلی شادی لڑکپن میں ہو گئی تھی لیکن بچے تو جوان ہیں۔ بڑی لڑکی چودہ سال کی ہو گئی ہے۔ ماں کو کھلے گریبان کی، شوخ رنگوں کی فٹنگ والی قمیص پہن کر، دوپٹہ گلے میں رسی کی طرح لٹکائے، میک اپ سے آراستہ ہو کے تیرے میرے گھر کے چکر لگانے سے فرصت نہیں۔ وہ تو شکار ڈھونڈنے نکلتی ہے اور تم ایسی بدھو، خود شکار بنا کے اپنا شوہر اس "مرد خور" کی کچھار میں بھیج دیا ہے۔"

رات کو شہود اپنے معمول کے وقت سے کچھ لیٹ آئے۔ میں نے وجہ پوچھی۔

"خود ہی تو اپنے کام سے بھیج دیا تھا۔ اتنا مشکل پتہ

تھا اس کا۔ اونچا نیچا راستہ۔ یہ لو تمہارے کپڑے' بڑی مایوس نظر آرہی تھی بیچاری۔ کہہ رہی تھی کہ اس نے ایک سوٹ سینا بھی شروع کردیا تھا۔ قمیص سی دی تھی' شلوار کاٹ کے رکھی ہے۔ اب اس ایک قمیص کی سلائی کا حساب کتاب تم خود کرلینا۔"

میں نے بڑے شوق سے وہ سلی ہوئی قمیص نکالی اور حیران رہ گئی۔ قمیص واقعی بڑی نفاست اور صفائی سے سلی تھی۔ جدید تراش خراش کا ڈیزائن کسی عمدہ بوتیک سے چرایا ہوا لگ رہا تھا۔

"سلائی تو واقعی بہت اچھی ہے اس کی۔ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔ ہائے شہود! سو روپے میں ایسی سلائی۔ غلطی کی میں نے کپڑے واپس منگوا کے۔"

"تو بھیج واپس دے آتا ہوں۔"

میں بری طرح ہڑبڑا کے رہ گئی۔ بھابھی کے الفاظ ذہن میں گونجنے لگے۔

"بہت مہربانی۔ آئے گی تو لے جائے گی۔ آپ کیوں بے کار کی زحمت کرتے ہیں۔ ویسے بھی گاڑی میں درزی تک لے جاتے آپ کو آلکس آتا ہے۔ پیدل چل کے اونچا نیچا راستہ طے کرکے اس کی طرف جاتے ہوئے کوئی پریشانی نہیں ہوگی؟" میرے خشک لہجے پہ وہ چپ ہوگئے۔

زرقا کی جانب سے میرے دل میں بال آگیا جو اس سے اگلی ملاقات پہ خود بخود دور ہوگیا۔

"سائرہ بی بی! برا نہ ماننا لیکن اپنے میاں کو آئندہ میرے دروازے پہ مت بھیجنا۔"

"کیوں؟" میں چونکنا ہوئی۔

"میں خالہ کی بہت عزت کرتی ہوں' وہ بھی مجھ غریب کا اتنا خیال رکھتی ہیں اور سائرہ بی بی! آپ... آپ خود اتنی بھلی مانس ہو۔ آپ کے ساتھ میری وجہ سے کچھ برا ہو' یہ مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

"صاف صاف کہو زرقا!"

"میں تو محبت اور عزت کی بھوکی ہوں۔ ادھر آتی ہوں تو اس لیے نہیں کہ یہاں کوئی چپڑی کھانے کو ملتی ہیں۔ خالہ اور ان کے بعد آپ میرے ساتھ میٹھا بول لیتے ہو' میں خوش ہوجاتی ہوں۔ ایسا نہ ہو کسی وجہ سے آپ کے دل میں میرے لیے میل آجائے اور میں اس عزت سے بھی جاؤں۔"

اس نے کتنا درست اندازہ لگایا تھا۔ میں اس اَن پڑھ اور بظاہر بے حس ولاپروا عورت کی قیافہ شناسی پہ حیران ہوئی۔

"میں تو بُری ٹھہری' میرے دروازے پہ رات کے وقت آنے والا مرد بھی بُرا ہی کہلائے گا۔ لوگ تو یوں بھی تاک میں رہتے ہیں میری غلطیاں پکڑنے کے لیے چاہے کچھ نہ بھی کروں مگر دوسرے کا کیا کرایا بھی میرے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے۔"

"تو تم سنبھل کے رہا کرو زرقا!" اس نے جس طرح خود شہود کو اپنے ہاں بھیجنے سے منع کیا تھا اس سے میرے دل میں موجود غلط فہمیاں خود بخود ختم ہوگئیں۔ میں ایک بار پھر اپنے اس خیال پہ پختہ ہوگئی کہ وہ بری نہیں' صرف قسمت کے ہاتھوں بری مشہور ہوچکی ہے۔

"باہر نکلتے ہو۔ ئے چادر ہی اوڑھ لیا کرو۔ جوان بیٹیوں کی ماں ہو اور پھر برا نہ ماننا' بیوہ ہو... ایک نہیں' تین تین بار۔ اس پر یہ بناؤ سنگھار' چوڑیاں' شوخ رنگوں کے کپڑے۔ عمر کا نہیں تو بیوگی کا لحاظ ہی کرلو۔ لوگوں کی زبانیں خود بخود بند ہوجائیں گی۔"

"رہنے دو بی بی! لوگوں کی زبانوں کا لیا ہے' عورت کو اکیلا دیکھ کر ویسے ہی باہر لٹکی رہتی ہیں۔ میرے بارے میں پہلی بار باتیں تب پھیلی تھیں جب میں بیوہ نہیں تھی' سہاگن تھی لیکن بیواؤں کی طرح اُجڑی ہوئی رہتی تھی۔ آپ سنگھار کی بات کرتی ہو' مجھے کنگھی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہفتہ ہفتہ بھر جوڑا نہیں بدل سکتی تھی۔ ایک کچی چوڑی نہیں تھی میرے ہاتھ میں۔ اس اجڑی بچڑی حالت میں بھی مائی نے میرے دس یار ڈھونڈ نکالے تھے۔ وہ دوسرے نور دین لنگڑے کی ویسے ہی جان نکلتی تھی دمڑی خرچتے ہوئے۔ اس نے کیا سنگھار کرانے تھے اور وہ کریم خان... بیسہ تو بڑا تھا اس کے پاس' کھانا تو ضرور کھلا دیتا تھا مگر ذرا منہ رگڑ

کے دھولوں تو سو سوال کرتا تھا۔ اتنا گند بھرا تھا دماغ میں۔ میں نے تو ڈر کے مارے شیشہ دیکھنا تک چھوڑ دیا۔ توبہ بڑا شکی تھا۔ اب چھٹکارا ملا ہے ان بتیوں سے تو کیوں نہ اپنے دل کی کروں۔ ساری جوانی سواہ کرلی مردوں کی مرضی پہ چل کے۔ اب میں اپنی خوشی سے' اپنی اور اپنے بیٹوں کی کمائی پہ بنتی ٹھنتی ہوں' کسی کا کیا لیتی ہوں۔ میرے سارے ارمان کیا میرے ساتھ ہی قبر میں جائیں گے؟"

"اچھا بھئی کرو' جو جی چاہتا ہے کرو۔"

☆ ☆ ☆

اب اس کے پاس یہاں آنے کی ٹھوس وجہ تھی۔ وہ میرے پاس سلائی کا کام لینے اور سلے ہوئے کپڑے دینے آتی رہتی تھی۔ اماں جی نے بھی اب میرے اس سے دوستانہ گانٹھنے پہ اعتراض کرنا چھوڑ دیا تھا۔ ابا جی کی جب اس پہ نظر پڑتی' وہ ضرور باتیں بناتے مگر اس کے جانے کے بعد۔

کوئی سال بھر پہلے کی بات ہے' وہ لڈو لے کر آئی۔

"خالہ! میں نے مانو کا رشتہ پکا کردیا ہے۔"

"ہیں... مانو کا... بھلا کیا عمر ہوگی اس کی؟"

"اس بھادوں پندرہ کی ہوگئی تھی۔"

"اور تمہیں اس کے بیاہ کی بھی پڑ گئی۔" اماں جی نے گھرکا۔ "کہیں اپنی ماں کی طرح تم نے بھی کسی بڈھے سے تو سودا نہیں کردیا اس کا؟"

"نہ خالہ... اماں بہشتن کو اللہ بخشے' میں نے تو معاف کردیا لیکن سچی بات ہے اولاد کے لیے خاص طور پہ میرے لیے تو اس کے کلیجے میں ذرا چاہ نہ تھی۔ میرا ایسا پتھر دل نہیں۔ میں نے مانو کا رشتہ بڑی اچھی جگہ طے کیا ہے۔ راج کرے گی۔ منڈا بھی رج کے سوہنا ہے۔ اپنی مانو نکی ہے تو منڈا بھی اکیس بائیس سے زیادہ نہیں۔"

"ذات برادری کا ہے؟"

"ذات برادری پہ زرقا تھوکتی بھی نہیں۔ میری سہیلی کا دیور ہے۔ ماں پیو مرگ گئے۔ تین بھائی ہیں۔ دونوں بڑے ویاہے (بیاہے) ہوئے اور اپنے گھر بار والے ہیں۔ ذاتی مکان ہے شاہدرہ میں۔ منڈا دس جماعتیں پڑھا ہوا بھی ہے۔ انارکلی میں پیکو والی مشین لے کے بیٹھتا ہے۔ روز کی سات آٹھ سو روپے کی دیہاڑی ہوجاتی ہے کرایہ نکال کے' اور کیا چاہیے۔"

بعد میں میرے کمرے میں آئی تو میں نے لیکچر دینا چاہا۔ کم عمری کی شادی کے نقصانات... جلد بازی کے نتائج... وغیرہ وغیرہ...

"آپ کی ساری باتیں سچ بی بی... مگر میری مجبوری بھی تو دیکھو۔ بڑے والا 'مانا' کسی ناچنے گانے والی کے چکر میں ہے۔ دیکھ لینا اور کوئی دنوں میں سب چھوڑ چھاڑ اس کے کوٹھے پہ جا بیٹھے گا۔ اس لنگڑے کے تینوں منڈے بھی اپنے پیو کی طرح کالے دل کے ہیں۔ دو تو ابھی چھوٹے ہیں' میرے کہنے میں ہیں لیکن بڑا والا ابھی بارہ سال کا ہوگا مگر سگریٹ پینے لگا ہے۔ ہورے (پتہ نہیں) بھرے ہوئے یا خالی... سمجھو وہ بھی ہاتھ سے نکلا کہ نکلا۔ میں جوان لڑکی کس آس پہ گھر بٹھاؤں۔ کس بھائی نے ذمہ داری اٹھانی ہے۔ رضیہ نے اپنے دیور کا رشتہ دیا تو مولا کا شکر ادا کرکے ہاں کردی۔ بن باپ کی بچی ہے بی بی... بڑی ذمہ داری ہے۔"

پہلی بار اس کے لہجے میں مجھے خالص ماؤں والی فکرمندی نظر آئی۔ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

"آج لگ رہا ہے زرقا! کہ تم بھی بیٹی کی ماں ہو۔ تمہیں بھی بیٹی کی فکر ہے۔"

میری اس بات نے نجانے اس پہ کیا اثر کیا کہ وہ پھپھک کر رو پڑی۔ پہلے بھی کئی بار اس سے گزرے کل کی باتیں سنتے ہوئے میں نے اس کی آنکھیں ڈبڈباتے پائیں تو کبھی پلکیں بھیگتے دیکھیں لیکن مردار قمقموں میں وہ انہیں چھپا لیا کرتی تھی۔ آج نجانے کیا بات تھی کہ اس نے اپنے آنسو چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ حتیٰ کہ اس کی ہچکی بندھ گئی۔ میں اس دوران حیران پریشان اسے چپ کرانے کی ابلی سی کوشش کرتی رہی۔

"ہوا کیا زرقا؟ کچھ بتاؤ تو سہی۔"

"کیا بتاؤں بی بی! جو بات اب تک کسی کو نہیں بتائی' وہ کیا بتاؤں۔ اگر بتا دیتی تب شاید کوئی صحیح فیصلہ کر پاتا کہ میں اچھی ماں ہوں یا بُری ماں لیکن میں نے کسی کو کچھ نہیں بتایا۔ جو کیا اپنی اولاد کے لیے کیا' دوسروں سے کون سا انعام لینا تھا یا شاباشی ملنی تھی' اس لیے کچھ بتایا ہی نہیں۔"

"کیا.....؟ کیا نہیں بتایا؟ کیا چھپاتی رہی ہو تم زرقا؟"

"سائرہ بی بی! میری نیت جھوٹ بولنے یا چھپانے کی نہیں تھی۔ دراصل چھ سال بعد جان پہچان والے لوگوں میں لوٹی اور انہیں ایک بار پھر اپنے گھر کے اجڑنے کی بات بتائی تو پتہ نہیں کیسے سارے یہ سمجھے کہ پہلے دونوں کی طرح کریم خان کو بھی موت آگئی ہوگی اور میں نے بھی اصل بات چھپا لی کہ میں تیسری بار بیوہ نہیں ہوئی بلکہ..... بلکہ کریم خان سے طلاق لے لی تھی میں نے۔ وہ تو آسانی سے نہیں دے رہا تھا۔ میں نے ادھر محلے کے کونسلر وغیرہ بلوا کے ساری اصلیت سب کے درمیان رکھی۔ پنچایت کے زور پر طلاق لی تھی۔ اب یہ سب یہاں آ کے بتاتی تو ایک بار پھر یہ بات مشہور ہو جاتی کہ ضرور زرقا کا دل کسی اور پہ آگیا ہوگا۔ کوئی اور مرغا پھانس لیا ہوگا جب ہی طلاق لے لی۔"

"لیکن طلاق کی وجہ کیا تھی؟ کیا اس کی شک کی عادت؟"

"نہیں بی بی! شک ہی کرتا تھا نا۔ اتنا ہی کہتا تھا کہ پردہ کروں' بازاروں میں نہ پھروں۔ تو ٹھیک ہے' میں نے مان لیا تھا۔ اس کے بدلے میرے اور میرے بچوں کے سر پہ چھت تو تھی نا۔ نوردین کی طرح چابک نہیں برساتا تھا میرے پنڈے پہ۔ نہ ہی پہلے والے بابے کے سارے ٹبر کی طرح اس کے اگلے پچھلے مجھ پہ پل پڑتے تھے۔ کبھی سال بعد عید شب برات پہ اپنے پنڈ لے جاتا تھا تو سارے بڑی عزت کرتے تھے میری۔ حالانکہ نہ مجھے ان کی بولی پلے پڑتی تھی' نہ میری ان کے....."

"پھر؟ خرچا پورا نہیں دیتا تھا۔ نشہ وغیرہ..... یا کسی دوسری عورت کا چکر؟"

"خرچہ تو بہت کھلا دیتا تھا۔ ہاں بھئی' اللہ کو منہ دکھانا ہے۔ اس کا کیا اس کے آگے آنا ہے اور میرا کیا میرے آگے۔ جو بھی بُرا اس نے کیا اس کا حساب میرا مولا لے گا لیکن میں کیوں کھایا پیا حرام کروں۔ جو بات حق ہے' وہ سینہ ٹھونک کر کہوں گی۔ جو کماتا تھا میرے ہاتھ پہ لا کر رکھ دیتا تھا۔ نوکرانی کا سکھ بھی ساری زندگی بس ایک امی گھر میں دیکھا۔ میں اپنے پچھلے بچوں پہ جو خرچ کرتی اس پہ بھی اعتراض نہیں کرتا تھا اور رہا نشہ..... تو نسوار بھلا کوئی نشہ ہے؟ دوسری عورت کا چکر..... ہوگا یا نہیں' مجھے کیا پتہ اور کیا فکر۔ مرد روز رات وقت پہ گھر آجائے اتنا بہت ہوتا ہے۔ باہر پھر جو مرضی کرتا پھرے۔"

"اوہو تو تمہیں پھر تکلیف کس بات کی تھی؟"

"وہ کوئی دور پہاڑوں کا رہنے والا پٹھان تھا۔ اپنی برادری میں اس نے شادی اسی لیے نہیں کی تھی کہ اس کی ذات برادری میں رواج تھا کہ لڑکی پیسے دے کر لی جاتی تھی۔ پیسہ تو تھا اس کے پاس لیکن پنڈی اور لہور (لاہور) جیسے شہروں میں رہتے رہتے اسے لگا کہ جب مفت میں گھر بسایا جا سکتا ہے تو کیوں پچاس ساٹھ ہزار دے کر بیوی خریدی جائے۔ وہی پیسہ اپنے اوپر کیوں نہ لگائے بندہ۔ ایک عید پہ میں ہمیشہ کی طرح بچے ساتھ لے کر اس کے پنڈ گئی۔ وہاں اس کے چاچے نے میری مانو پہ نظر رکھ لی اور پیچھا ہی پکڑ لیا کریم خان کا۔ وہ بندہ بشر..... آگیا لالچ میں۔ دو لاکھ کے بدلے میری بارہ تیرہ سال کی مانو کو اس پچاس سالہ چاچے کے پلے باندھنے پہ راضی ہو گیا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ سوتیلی بیٹی تھی اس لیے کریم خان کا دل پتھر ہو گیا۔ اس کا اپنا خون ہوتی' تب بھی یہی کرتا۔ وہ سالوں سے اپنے خاندان میں یہی ہوتا دیکھ رہا تھا۔ اس کے خیال میں بیٹی یا بہن دے کر پیسے لے لینا کوئی بُری بات نہیں۔ لیکن بی بی! میں ایسا کیسے ہونے دیتی۔ میں اتنا بھگت چکی تھی' میرے سے زیادہ کون جان سکتا تھا کچی عمر میں سوت کا

عذاب اور بڈھے خصم کی صورت میں سر پہ لٹکتی تلوار۔ میں نے اپنی اور کریم خان کی جان ایک کردی۔ وہ پٹھان خون، ضد میں آگیا، ورنہ لاکھ دو لاکھ کا اپنا مکان تھا اس کا۔ کوئی ساٹھ ہزار کے زیور تھے میرے۔ بس پٹھی مت (الٹا دماغ) اڑ گیا ایک بات پہ۔ صاف کہہ دیا۔ "اگر یہ میری لڑکی نہیں ہے تو اس گھر میں کیوں رہتی ہے، کیوں پال رہا ہوں میں اسے، کیوں کروں میں اس کی شادی، کس لیے جہیز دوں؟ اور اگر میں باپ ہوں، مجھے سارے فرض نبھانے ہیں تو میرا حق ہے میں جہاں مرضی اس کی شادی کروں۔"

میں نے پھر آخری فیصلہ کیا جس چیز کی دھونس دے رہا تھا، وہی چھوڑ دی۔ اب نہ اس کا مجھ سے کوئی رشتہ، نہ میری بیٹی سے۔ پر میں نے کسی کو یہ بات نہیں بتائی۔ کون یقین کرتا، میری تو اپنی ماں نے، بھائیوں نے کبھی میری ذات پہ اعتبار نہیں کیا تھا۔ پرائے کیا کرتے، کیسے مانتے کہ میں نے اپنی بیٹی کو دکھ سے بچانے کے لیے عیش و آرام کی زندگی کو لات ماری ہے۔ پکا مکان، گہنے لتے، نوکرانی، عزت کی زندگی، صحت مند کھاتا کماتا مرد... سب چھوڑ دیا۔ ساروں نے ایک ہی بات کہنی تھی۔ لو، آگئی زرقا... اس بار مرد ہٹا کٹا تھا، آسانی سے مرا نہیں، اس لیے طلاق لے کر آگئی۔ یہ کہاں بس سکتی ہے اتنے دن کسی ایک کے ساتھ۔"

وہ خود ہی اپنے بارے میں بکواس کر کے زور زور سے ہنسنے لگی لیکن اس بار میں اس کی بات پہ مسکرا نہ سکی۔

اس کے بعد اس نے اپنی بیٹی کی شادی فوراً کردی۔ اس کے خدشے درست تھے۔ بڑے دونوں لڑکے ایک ایک کر کے گھر چھوڑ گئے۔ اس کے گھر چلنے کا واحد آسرا اس کی سلائی کا کام رہ گیا تھا۔ اچھے وقت پہ اس نے مانو کو بیاہ دیا۔

کچھ ماہ قبل... شاید کوئی ڈیڑھ دو ماہ پہلے پتہ چلا کہ اس کا داماد اپنے بھائیوں سے لڑ کے بیوی سمیت اس کے گھر آبیٹھا ہے۔ اماں جی نے تبصرہ کیا۔

"چلو اچھا ہے، لڑکا کامی (محنتی) ہے۔ نکھٹو نہیں جو زرقا کو بٹھا کے کھلانا پڑے۔ الٹا اس کا بوجھ بانٹے گا۔ چھوٹے لڑکوں کو بھی بڑے بہنوئی کا لحاظ ہوگا اور وہ بڑے بھائیوں کی طرح آوارہ نہیں نکلیں گے۔"

اب اس کا آنا کم کم ہوگیا، سلائی کا کام لینے آتی تو بس گھڑی دو گھڑی رُکتی اور سلے ہوئے کپڑے کسی بیٹے کے ہاتھ بھجوا دیتی۔

اور اب... اب یہ جو نئی خبر سنی ہے، یہ سب سے زیادہ چونکا دینے والی خبر ہے۔ میں یقین کر بھی نہیں پا رہی اور جھٹلا بھی نہیں پا رہی کہ اس بار اس پہ انگلی اٹھانے والا کوئی اور نہیں اس کی اپنی بیٹی مانو ہے۔

☆ ☆ ☆

"اس بار بہت راہ دکھائی زرقا!"

کئی دنوں بعد وہ آئی تو میں نے کہا۔ بہت ست ست سی لگ رہی تھی وہ۔ اور پہلے سے بدلی ہوئی بھی۔ آج بھی ریشمی تیز رنگوں والا پرنٹڈ سوٹ پہن رکھا تھا اس نے، لیکن صاف لگ رہا تھا کہ یہ لباس کئی دنوں سے تبدیل نہیں ہوا۔ سبز دوپٹے پہ کھوچیں بھی لگی ہوئی تھیں اور گھی کے داغ بھی تیل کے دھبوں کے ساتھ نظر آرہے تھے۔ چوڑیاں، پراندہ، کلپ، لپ اسٹک، کاجل کی دھاریں، پاؤڈر کی سفیدیاں، سب کچھ ندارد۔

"بس..." اس نے آہ بھری۔ "دل ہی نہیں کرتا باہر نکلنے کو۔"

"تو اب بھی کیوں آئی؟ پڑی رہتی کوٹھری میں منہ چھپائے۔"

اماں جی نے تیز لہجے میں کہا جس دن سے انہوں نے پارو کی زبانی زرقا اور اس کی بیٹی مانو کے مابین ہونے والے اس تازہ ترین معرکے کا سنا تھا، انہیں زرقا پہ بہت خار تھی جو انہوں نے چھوٹتے ہی نکالی۔ پارو... یعنی ہماری جمعدارنی جو وہیں کہیں گھالی کے پیچھے والی آبادی میں زرقا کے گھر کے آس پاس رہتی تھی۔ اس نے یہ واقعہ سنایا بھی خاصے چٹخارے انداز میں تھا۔ اصلیت جاننے کی کھدبد تو میرے اندر بھی تھی، اس لیے میں بھی اس کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔

"آتی کیسے نہ خالہ! آنا ہی پڑا۔ پیٹ کی بھوک بڑا کچھ کرواتی ہے۔ جن کا آسرا تھا وہ تو ایک ایک کر کے گھونسلے چھوڑ گئے۔ اب جو چھوٹے ہیں، ان کو بھی تو اس قابل بنانا تھا کہ وہ پر نکالیں۔ ایک بار پھر مجھے چھوڑ کے اڑنے کو۔" وہ خود پہ ہنسی، جیسا کہ اس کی عادت تھی۔ "اس لیے آنا ہی پڑا، کام کروں گی تو گزارا ہوگا نا خالہ! مشورہ آپ کا بھی برا نہیں۔ دل تو یہی کرتا ہے کہ منہ چھپا کے کہیں پڑی رہوں۔"

"ارے تو نامراد، ایسے کرتوت چھوڑ کیوں نہیں دیتی کہ منہ چھپانا پڑے۔"

اماں جی کی بات پہ وہ بدک اٹھی۔

"میں نے کیا کیا ہے خالہ... کیا کیا چھوڑوں میں؟ اب تو بس ساہ (سانس) ہی ہے، جو چھوڑ دوں تو میری خلاصی ہو۔"

"سنا ہے زرقا! تمہارا اپنی بیٹی سے کوئی جھگڑا ہوا ہے۔ وہ تمہارا گھر چھوڑ کے واپس اپنے سسرال چلی گئی ہے اپنے شوہر کو لے کر۔" میں نے صاف صاف سوال کیا۔

"بی بی! جب اس پارو کالے بوتھے والی نے سارا کچھ نمک مرچ لگا کے بتا ہی دیا ہے تو گھما پھرا کے سوال کیوں کرتی ہو۔ سیدھی بات کرو نا کہ زرقا تیری ماں، تیرے بھائیوں، تیری خصموں اور باقی سارے زمانے کی طرح تیری بیٹی بھی تیرے منہ پہ کالک مل کے، گلے میں جوتیوں کے ہار پہنا کے چلی گئی ہے۔" وہ سسک اٹھی۔

میرے سامنے وہ پہلے بھی اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیا کرتی تھی لیکن یہ پہلی بار تھا کہ یہاں برآمدے میں بیٹھ کے سب کے سامنے وہ یوں رو رہی تھی، اپنے غم دکھا رہی تھی، ورنہ تو وہ مجھے اکثر کہا کرتی تھی۔

"سائرہ بی بی! یہ تو آپ اپنی اپنی سی لگتی ہو تو میں دل کی باتیں کر جاتی ہوں، ورنہ زرقا نے اپنے رونے کسی کے آگے نہیں روئے۔ کیا فیدہ؟ قمیص اٹھاؤ تو اپنا ہی پیٹ ننگا ہوتا ہے۔"

اور آج وہی زرقا بھابھی تک کے سامنے چھکوں

موٹاپے سے نجات

کہا جاتا ہے کہ ہر بیماری کی جڑ پیٹ کی خرابی ہے، موٹاپا اور پیٹ کا بڑھ جانا خواتین کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اسی طرح چہرے پر مہاسے کیل، جھائیاں بھی پیٹ کی خرابی سے ہوتی ہیں۔ خواتین کے ان تمام مسائل کا حل

نایاب جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ

Wahid's JAUHAR-E-HAZMI® واحد کا جوہر ہاضم®

موٹاپا، پیٹ کا بڑھ جانا، معدے گرانی و تیزابیت۔ کیل مہاسے، چھیپ، چھائیاں دور کرے

قیمت =/60 روپے

★ خواجہ اسٹور کیمسٹ، ڈرگ مرچنٹ، ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی۔ فون: 5212257

★ خان بوتل اسٹور پاپڑ منڈی شاہ عالم گیٹ لاہور فون: 7665454,7663508

★ باب الشفا دواخانہ گھنٹہ گھر چوک ملتان 4576350

★ بادشاہ دی ہٹی D3/89 بوہڑ بازار، راولپنڈی، فون: 7116666

★ عبدالواحد محمد شریف شائق شاپ نمبر 67 غزہ شارع عبداللہ فیصل مکہ مکرمہ۔ سعودی عربیہ۔ 5745243

Wahid Herbs Lab Karachi-Pakistan

پہکوں رو رہی تھی۔

میری طرح اماں جی کا دل بھی اس کے آنسوؤں نے کچھ موم کر دیا۔

"اب روئے جائے گی بد بخت..... اصل بات نہیں بتائے گی کہ اس مانو موئی نے اتنی بڑی بات کی کیسے؟ وہ تو بڑی بھلی مانس لڑکی ہے' ضرور کسی کے بہکاوے میں آئی ہوگی۔ کہیں اس کے مرد کی تو کوئی چال نہیں؟"

"وہ بے چارہ کس کھاتے میں؟ خود حیران پریشان ہے نمانا۔" زرقا نے سوں سوں کر کے سرخ ہوتی ناک رگڑی۔

"ساری غلطی میری ہے خالہ! مانو بے چاری کا بھی کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ تو بچی ہے' مجھے ہی سمجھنا چاہیے تھا' خیال رکھنا چاہیے تھا لیکن مجھ کم بخت کو اتنی عقل ہوتی تو رونا کس بات کا تھا؟ ساری غلطی میری ہے سائرہ بی بی' مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

وہ مسلسل روتی جا رہی تھی۔ اس کی باتوں سے مجھے لگا' پارو کا بیان کہیں نہ کہیں درست تھا۔ پارو نے بھی یہی کہا تھا کہ زرقا بیٹی کے منہ سے یہ بات سن کر بھڑکی ضرور تھی مگر جب وہ گھر سے باہر نکل' محلے کے محلہ اکٹھا کر کے واویلا کرنے لگی تو زرقا چپ سی ہو گئی تھی۔ ہر الزام پہ وہ خاموش سر جھکائے کھڑی رہی تھی۔ "ضرور اس کے دل میں چور ہو گا بی بی جی! ورنہ سچا بندہ دو لفظ تو اپنے لیے کہتا ہے۔"

اور اب اس کا اپنی غلطی تسلیم کرنا مجھے شک میں ڈال رہا تھا کہ ہو نہ ہو' زرقا کی ماضی کی تلخیاں اور محرومیاں اس بار اس کے ہاتھوں کوئی بڑی اور سنگین حرکت کروا بیٹھی ہیں۔ مجھے اس سے گھن سی آئی۔ یہ ٹھیک تھا کہ زندگی نے اس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا تھا مگر اس نے... اگر واقعی اس نے یہ حرکت کی ہے تو...؟

"کیا کیا ہے تم نے زرقا؟" میں نے خشک انداز میں پوچھا۔

"میں نے... میں بی بی' اپنے جوائی ندیم سے بہت پیار کرنے لگ گئی تھی۔"

اس کی بات پہ میری اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔ بھابھی تو کانوں پہ ہاتھ لگا کے توبہ استغفار پڑھنے لگیں اور اماں جی مارے بے یقینی اور حیرت کے کوئی ردِ عمل تک ظاہر کرنا بھول گئیں۔

"اچھا تو وہ مجھے پہلے ہی لگتا تھا پہلے دن سے' اسی لیے مانو کا ویاہ کیا تھا اس سے لیکن جس دن سے وہ میرے گھر آ کے رہنے لگا اور بھی پیارا ہو گیا۔ بی بی' ساتھ ساتھ رہنے سے دوسرے کے لیے پیار پیدا ہو ہی جاتا ہے۔"

وہ تائیدی انداز میں ہم سب کو باری باری دیکھنے لگی پھر ہماری مشترکہ خاموشی سے مایوس ہو کے آگے بتانے لگی۔

"اور پھر ندیم تو ہے ہی اتنا اچھا۔ میں نے آج تک اتنا اچھا منڈا ساری حیاتی نہیں دیکھا۔ اتنا بیبا' اتنا شریف' ہر بات میں ہاں جی کہنے والا۔ مانو کی اپنی جٹھانیوں کے ساتھ بنی نہیں تو وہ اس کے ایک بار کہنے پہ ہی اسے لے کر ادھر آ گیا۔ اتنا پیار کرتا ہے مانو سے اور مانو... وہ تو شیدائن ہے شیدائن... اپنی عقل سے کام لینا اسے آتا ہی نہیں۔ پوری لائی لگ (دوسرے کی باتوں میں آ جانے والی) ہے۔ ایویں اپنے بندے پہ شک کیا اس نے۔ غلطی تو میری تھی اس بیچارے کا..."

"اوہو' کیا غلطی تھی تمہاری۔ بتاتی بھی نہیں ہو۔" میں اس کی بات کاٹ کے چیخی۔ وہ عجیب متضاد بیانات دے رہی تھی۔ خاک بھی پلے نہیں پڑ رہا تھا۔

"وہی تو بتا رہی ہوں سائرہ بی بی! وہ بیچارہ نکی عمر سے ماں کو ترسا ہوا۔ بھرجائیوں نے اچھا برا جیسا بھی سلوک کیا' گزارا کر لیا۔ ادھر میں بڑے دونوں پتروں کے جانے کے بعد ندیم کو دیکھ کے پھر سے جی اٹھی۔ وہ دونوں تو کیکر کے رکھ (درخت) تھے۔ دونوں کے دل میں نہ ماں کے لیے پیار تھا نہ عزت۔ ندیم تو مجھے عزت بھی دیتا تھا' مان بھی رکھتا تھا میرا۔ میں نے بھی جی بھر کے چاؤ اٹھائے اس کے۔ مانو کو تو سمجھو' منجی پہ بٹھا دیا شہزادی بنا کے۔ گھر کے سارے کام اور ساتھ ساتھ

ندیم کے بھی سارے کام اپنے ہتھ لے لیے۔ اس کا بھلا چاہتی تھی' اس لیے اسے سمجھایا کہ بھلے وہ اپنا گھر چھوڑ کے ادھر رہے مگر اپنا حق نہ چھوڑے۔ وہ گھر اس کے بھائیوں کے ساتھ ساتھ اس کا بھی ہے۔ اسے اپنا حصہ لینا چاہیے۔ بات اس کے پلے پڑ گئی اور جب وہ اپنا حصہ مانگنے گیا تو اگلوں کو ہو گئی تکلیف۔ رضیہ میری ہی سہیلی تھی' جانتی تھی کہ مانو اتنی سیانی کہاں' یہ مت (عقل) میں نے ہی دی ہو گی' اس لیے وہی الٹی پٹی پڑھا گئی مانو کو۔ اس نے ہی مانو کے دماغ میں یہ گند بھر دیا کہ میں اور ندیم... توبہ..."

اس نے کٹے پٹے اور پھر سے رونا شروع کر دیا۔

"لیکن میں پھر بھی کہوں گی کہ ساری غلطی میری ہے۔ رضیہ نے جو کچھ کہا' ہو سکتا ہے مانو یقین نہ کرتی۔ اگر میری غلطی نہ ہوتی تو لیکن یہ میرا ہی کیا دھرا تھا جو مانو..." اس کی ہچکیاں وقفے وقفے سے جاری تھیں۔ اماں جی منہ کھولے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ میں بھی الجھ سی گئی۔

"اس میں تمہاری کیا غلطی جبکہ ابھی ابھی تم نے کہا ہے کہ تم ندیم کو اپنا داماد اور بیٹا سمجھ کے چاہتی تھیں۔ جب تمہاری نیت ٹھیک تھی تو قصور تمہارا کیسے ہوا؟"

"ہے نا بی بی... میرا ہی قصور ہے۔" اس نے زور دے کر کہا۔

"بی بی! میں بری عورت ہوں نا۔ مجھے بھلا کیا حق کہ میں اپنی نیت ٹھیک رکھوں۔ مجھے سمجھنا چاہیے تھا کہ بری عورت جو بھی کرے' وہ برا ہوتا ہے' اسے برا ہی جانا جاتا ہے۔ چاہے وہ کسی سے نکاح پڑھانا ہی ہو کہ اللہ نے تو بیوہ کو دوسرے نکاح کا حق دیا ہے نا لیکن میں بری عورت تھی اس لیے میرا یہ کام بھی جائز ہونے کے باوجود برا ہی بن گیا۔ میں نے بیٹی کی شادی چھوٹی عمر میں اس لیے کی کہ پتہ نہیں آگے میری بدنامی کی وجہ سے اس کا کوئی ڈھنگ کا رشتہ آتا بھی ہے یا نہیں۔ لیکن میں بری عورت تھی اس لیے آپ نے پہلا سوال یہ کیا کہ زرقا کہیں تو نے بھی بیٹی کا سودا تو نہیں کر دیا کسی بڈھے سے؟ میں بری عورت تھی' مجھے جوائی کو بیٹا مان کے اس سے پیار جتانے کی جرات ہی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ بری عورت کا پیار بھی تو برا ہی ہوتا ہے۔ بری عورت بھلا پاک رشتے کیسے بنا سکتی ہے۔"

اس کے سوال پہ میں اپنے آنسو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے پلکیں جھکا کے رہ گئی۔ اماں جی بھی دوپٹے سے آنکھیں رگڑ رہی تھیں اور بھابھی... حیرت کی بات تھی کہ بھابھی... زرقا سے ہمیشہ کی الرجک بھابھی... بڑی دل سوزی کے ساتھ اس کے شانوں پہ اپنا ہاتھ پھیلائے اس کے سانولے چہرے پہ پھیلے آنسو صاف کر رہی تھیں۔

*

رضیہ جمیل کے شاہکار افسانے

بدریا برس گئی اُس پار

شائع ہو گیا ہے

خوبصورت گیٹ اَپ

بہنوں کے لئے خوبصورت تحفہ

قیمت : 150/ روپے

اس کے علاوہ "2" مکمل ناولوں کے نئے ایڈیشن شائع ہو گئے ہیں

اک گھروندہ برف کا : 300/ روپے

ساگر دریا بادل بوند : 300/ روپے

منگوانے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 - اردو بازار - کراچی